(۵۹)

کلمہ شہادت اسلام کا ایک بے نظیر خلاصہ ہے

(فرمودہ ۲۶۔فروری ۱۹۱۵ء)

تشہد ،تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد کلمہ شہادت پڑھا۔

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔

پھر فرمایا:۔

کلمہ شہادت اسلام کا ایک ایسا بے نظیر خلاصہ ہے کہ اسلام کی اصولاً کوئی بات اس سے خارج نہیں۔اگر ہم غور کریں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ درحقیقت دنیا میں دو ہی کام انسان کے نصب العین ہو سکتے ہیں۔اول سب سے بڑا اور پہلا کام یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ سے تعلق مضبوط کرے اور دوسرا بڑا بھاری کام یہ کہ بنی نوع انسان سے شفقت، ہمدردی اور مروّت سے پیش آئے۔تو اگر لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ ایک ہی حقیقی معبود ہے جس کی عبادت کرنی چاہیئے۔اور ماسوا اللہ سے اپنی توجہ ہٹا کر اللہ ہی کی طرف جھک جانا چاہیئے تو مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کا کلمہ اس طرف متوجہ کرتا ہے کہ جب اللہ اپنی مخلوق سے ایسا پیار اور محبت رکھتا ہے کہ ان کی گمراہی کے وقت ان کی دستگیری کرنے کے لئے اپنے رسول مبعوث کرتا ہے اور بغیر اس کے کہ کسی کا محتاج ہو یا کچھ حاجت رکھتا ہو، جب اپنے بندوں سے یہ سلوک کرتا ہے تو معلوم ہو سکتا ہے کہ ایک انسان کو دوسرے انسان سے کیا سلوک کرنا چاہیئے۔

پس اگر کلمۂ شہادت کا پہلا حصہ انسان کے تعلقات کو خدا تعالیٰ سے مضبوط کرتا ہے تو

دوسرا حصہ بندوں سے تعلقات رکھنے کی طرف متوجہ کرتا ہے۔ پھر اگر غور کریں تو معلوم ہوتا ہے اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ تمام اسلام کی جان ہے اور اس کے دوسرے حصہ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ کا ذکر بھی اسی میں آجاتا ہے کیونکہ تمام رسالتیں، تمام کتابیں، تمام احکام خواہ عبادت کے متعلق ہوں خواہ بندوں کے متعلق، ان کی جڑ اللہ تعالیٰ ہے اور ان باتوں میں اختلاف مختلف معبودوں کے بنانے کی وجہ سے واقعہ ہوتا ہے۔ چونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات بے عیب اور پاک ہے اس لئے اس کی طرف سے وہی مذہب ہوسکتا ہے جو نقائص اور عیبوں سے پاک ہو اور کسی قسم کا اس کے احکام میں اختلاف نہ ہو اور وہ مذہب صرف اسلام ہے۔ کل مذاہب اسی لئے ایجاد ہوئے کہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کو لوگوں نے نہ سمجھا۔ ایک نادان انسان لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کے یہ معنی خیال کرتا ہے کہ اللہ کو مان کر اور کسی کے ماننے کی ضرورت نہیں ہے۔ لیکن اگر وہ غور کرتا تو اس کو معلوم ہوتا کہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کا ماننا ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر دلالت کرتا ہے اور اسی کا ماننا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ماننے پر دلالت کرتا ہے۔ تو لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کو جو نادان اس بات کا ذریعہ سمجھتا ہے کہ تمام مذاہب ایک ہوں اسی سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ تمام مذاہب خدا کی طرف سے نہیں ہو سکتے کیونکہ خدا ہرگز مختلف تعلیمیں نہیں دیتا۔ تعلیموں میں تو تب اختلاف ہو کہ خدا بھی مختلف ہوں۔ کیا یہ ممکن ہے کہ خدا تعالیٰ ایک نبی مبعوث کرے اور ادھر کہے کہ دنیا اس نبی کو مانے اور اس کے احکام کی فرمانبرداری کرے اور اُدھر کہے کہ دنیا نہ مانے، یہ ہو نہیں سکتا۔ پس لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کے ہی ماننے کا ثبوت ہے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ماننا۔ اور لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کے ہی ماننے کا ثبوت ہے حضرت مسیح موعودؑ کا ماننا کیونکہ ان کے بھیجنے والا ایک ہی ہے اس لئے جس نے ان میں سے ایک کا انکار کیا اس نے خدا کا انکار کیا۔

تو لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ میں خدا نے یہ بتایا ہے کہ جب تمہارا تعلق ایک ہی ہستی سے ہے تو ہر ایک وہ چیز جو مجھ سے تعلق رکھتی ہے اس سے بھی تمہیں تعلق رکھنا چاہیئے۔ معبودانِ باطلہ کے ماننے والوں میں اسی لئے جنگ ہوتی ہے کہ ایک کہتا ہے کہ یہ فلاں معبود کو مانتا ہے اس لئے اس کو نابود کرنا چاہیئے۔ چونکہ ہندوؤں میں تو یہ قصہ بھی مشہور ہے کہ ایک دفعہ برہما پیدا کرنے والے خدا اور شِو مارنے والے خدا کے درمیان ایک انسان کے متعلق ایک لمبا جھگڑا ہوتا رہا۔ شِو مارتا اور برہما زندہ کر دیتا تھا۔ تو لڑائی اور فساد اسی سے شروع

ہوتا ہے کہ چیزوں میں اختلاف پیدا کر لیا جاتا ہے اور کوئی ایک چیز کو اپنی ملکیت ظاہر کرتا ہے تو کوئی دوسری کو۔ مثلاً اب جنگ ہو رہی ہے اور ممالک کو ویران کیا جارہا ہے کیوں؟ اسی لئے کہ ایک دوسرے کو یہی کہتے ہیں فلاں ملک غیر کا ہے، اس لئے ہم اس کو تباہ کر دیں۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کا ماننے والا دنیا میں کسی قسم کا فساد نہیں ڈال سکتا۔ اس کے دل میں جو شفقت علیٰ خلق اللہ ہوتی ہے وہ کسی دوسرے کے دل میں نہیں ہو سکتی۔

ہماری جماعت اس وقت اسی غرض کیلئے قائم کی گئی ہے کہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کی تعلیم کو قائم کرے۔ اس لئے اس کو چاہیئے اس بات پر غور کرے کہ اگر ایک طرف اللہ تعالیٰ سے تعلقات مضبوط ہوں تو دوسری طرف اس کی مخلوق سے بھی ہوں۔ میں نے سنا ہے کہ بعض جگہ پلیگ کی بیماری پھیلنے کی وجہ سے لوگ اپنے رشتہ داروں کو بیمار چھوڑ کر بھاگ گئے اور ان کی دوائی وغیرہ نہ کی۔ ایسا کرنا اسلام کی تعلیم کے خلاف ہے۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کے ماننے کے بعد انسان کے دل میں شفقت علیٰ خلق اللہ کا ہونا نہایت ضروری ہے۔ پرہیز کرنا بھی ضروری ہے لیکن اس بات پر لوگوں نے غور نہیں کیا کہ انسان کو اسباب پر کہاں تک نظر رکھنی چاہیئے۔ اور توکّل کے کیا معنے اور مطلب ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اسلام کہتا ہے انسان اپنے آپ کو اس بیماری کی ہلاکت میں نہ ڈالے، اس کے یہ معنی ہیں کہ جہاں طاعون کی بیماری ہو وہاں نہ گھسے اور اگر وہاں جہاں وہ رہتا ہے بیماری شروع ہو جائے تو وہاں سے جانا بھی منع ہے۔ اور یہ دونوں باتیں حکمت پر مبنی ہیں نہ پہلے حکم کے یہ معنے ہیں کہ انسان اپنے رشتہ داروں کو چھوڑ دے بلکہ توکل کرے اس حد تک توکّل ہے کہ رشتہ داروں دوستوں وغیرہ کو بیماری کی حالت میں چھوڑ کر انسان بھاگ نہ جائے بلکہ خدا پر توکّل اور بھروسہ کر کے ان کی خدمت کرتا رہے اور اسباب پر نظر رکھنے کا یہ طریق ہے کہ انسان اسباب کا لحاظ رکھے کہ خود اپنے آپ کو مصیبت میں نہ ڈالے یعنی جہاں بیماری ہو وہاں نہ جائے کیونکہ جو خود مصیبت میں پڑتا ہے وہ فیل ہو جاتا ہے اسی لئے اسلام نے منع کیا ہے کہ اگر کسی جگہ وبا ہو تو مومن کا فرض ہے کہ وہاں جانے سے بچے لیکن اگر خدا کی منشاء نے چاہا ہے کہ اسے ابتلاء میں ڈالے یعنی اس کے محلّہ میں بیماری شروع ہو جائے تو پھر توکل کرے اور یہ ایمان رکھے کہ وہ خدا جو ابتلاء بھی ڈال سکتا ہے وہ ابتلاء سے نکال بھی سکتا ہے۔ جب اس کا کوئی رشتہ دار بیمار ہو تو اسے توکل کر کے اس کی خدمت کرنی چاہیئے۔ بہت نادان لوگ توکل کے غلط معنے سمجھ کر خواہ مخواہ

بیماری میں گھس گئے، پھر اس کے پنجہ سے نہ نکل سکے کیونکہ ایسا انسان جو اپنے آپ کو خدا تعالیٰ کے سامنے اس لئے پیش کرتا ہے کہ کچھ کرنا ہے کر لے، تو اس کو خدا ضرور سزا دیتا ہے۔ مومن کی یہ شان نہیں ہے وہ تو خدا تعالیٰ سے ہر وقت ڈرتا رہتا ہے اور جہاں خدا کا عذاب نازل ہوتا ہے وہاں سے الگ اور علیحدہ رہتا ہے لیکن جب وہ امتحان میں مبتلاء کیا جاتا ہے تو پھر اس کا فرض ہوتا ہے کہ وہ اس میں پاس ہونے کی کوشش کرے اور سمجھ لے کہ خدا نے میرا امتحان لینا چاہا ہے اس لئے مَیں پاس ہو جاؤں اور وہ ثابت کر دیتا ہے کہ خدا پر میرا پورا ایمان ہے۔ اگر ایسے وقت میں کوئی بچنا چاہتا ہو تو بھی خدا اس کو پکڑتا ہے کہ ہم امتحان لینا چاہتے ہیں تو یہ کیوں نہیں دیتا۔ ہماری جماعت کا فرض ہے کہ جس طرح باپ بھائی اور بیٹا تکلیف کے وقت ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں اسی طرح یہ بھی ایک دوسرے کے ساتھ سلوک کریں بلکہ اس سے بھی بڑھ کر کیونکہ احمدیوں کا ایک دوسرے سے تمام رشتہ داروں سے بڑھ کر تعلق ہے اس لئے چاہیئے کہ تمام احمدی جہاں کہیں بھی ہوں صرف اپنے لئے ہی نہیں بلکہ تمام احمدیوں کیلئے دعا کریں اور اگر ان کے گاؤں میں بیماری نہیں تو اور ایسے گاؤں بھی تو ہیں جہاں آدمی ہیں اور وہاں بھی بیماری کی آگ لگی ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ تمہیں اس نکتہ کے سمجھنے کی توفیق دے کہ تم ایک طرف تعلق باللہ کو مضبوط کرو تو دوسری طرف شفقت علیٰ خلق اللہ کو مدنظر رکھو اور یہ بھی سمجھ لو کہ توکّل کیا ہوتا ہے اور اسباب سے کام لینا کیا ہوتا ہے۔ بہت سے انسان غلطی سے کبھی توکّل کا نام اسباب اور اسباب کا نام توکّل رکھ لیتے ہیں اور پھر ٹھوکر کھاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ ہی ہماری جماعت کا محافظ ہو اور آپ ہی اس کا حامی و ناصر ہو۔ ہمارا اللہ تعالیٰ کے سوا اور کون ہے؟

(الفضل ۱۱۔ مارچ ۱۹۱۵ء)